www.KitaboSunnat.com

مولانا محب اللہ راشدی

آنحضرت ﷺ کے خون مبارک چُوسنے والی روایت پر ربّانی صاحب کی نگارشات اور اُس کے متعلق ہماری گذارشات

"ماھنامہ مجلۃ الدعوۃ" شمارہ نومبر 1992ء میں صفحہ 18 پر ایک صاحب محترم مبشر احمد ربانی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں طاہر القادری کی پیش کردہ روایات پر تنقید کی گئی ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کے بول پینے والی روایت کا تعلق ہے، تو وہ یقیناً ضعیف و منکر ہے اور آپ ﷺ کے خون مبارک کے پینے کے بارے میں جو دو روایتیں پہلے مذکور ہیں یعنی عن ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور سنن سعید بن منصور سے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی گئی ہے وہ بھی واہی اور منکر ہے۔ لیکن ابنِ ہشام رحمہ اللہ نے جو روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے وہ میرے نزدیک حسنُ الاسناد ہے۔ اس کو ضعیف قرار دینا تحقیق کے خلاف ہے۔ ابنِ ہشام رحمہ اللہ کی اس روایت کو میں ابنِ سید الناس کی کتاب "عیون الاثر" ج ۲ سے نقل کر رہا ہوں:

قال ابن هشام و ذكر لي ربيح بن عبدالرحمن بن ابی سعيد الخدری عن ابيه عن ابی سعيد الخدری ان عتبة بن ابی وقاص رمیٰ رسول الله ﷺ يومئذ فكسر رباعيته اليمنى السفلى و جرح شفته السفلى وان عبدالله بن شهاب الزهری شجه فی وجهه وان ابن قمئة جرح وجنته فدخلت حلقتان من المغفر فی وجنته و وقع رسول ﷺ فی حفرة من الحفر التی عمل ابو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عامر لیقع فیھا المسلمون وھم لا یعلمون فأخذ علی بن ابی طالب بید رسول ﷺ ورفعه طلحة بن عبیدالله حتی استوی قائما و مصّ مٰلك بن سنان ابو ابی سعید الخدری الدمّ من وجهه ثم ازدرده فقال رسول ﷺ من مسّ دمی دمه لم تصبه النار

اس میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ابنِ ہشام رحمہ اللہ نے لفظ ذکرلی سے ربیح بن عبدالرحمٰن ابن ابی سعید الخدری سے سماع کی تصریح کردی ہے۔ اب ربیح بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید الخدری کا نمبر آتا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق یہ راوی صدوق ہے۔ تہذیب التہذیب، المیزان وغیرہ میں ابو زرعۃ الرازی سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے "شیخ" کہا ہے اور یہ بھی توثیق کے آخری مراتب میں سے ہے اور ابو زرعۃ الرازی جیسے متشدد سے "شیخ" کا لفظ صدوق سے کم نہیں۔ لیکن امام ابنِ عدی رحمۃ اللہ سے نقل فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "أرجوا نه لاباس به" یہ الفاظ بھی توثیق و تعدیل کے ہیں۔ کمالا یخفی علی أھل العلم

اور ابنِ حبان رحمہ اللہ نے بھی ان کو اپنی "الثقات" میں ذکر کیا ہے لٰہذا یہ راوی کم از کم صدوق ہونا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ "التہذیب" وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ وہ ربیح کے متعلق فرماتے ہیں: "منکر الحدیث"۔ بلاشبہ یہ الفاظ جروحِ شدیدہ میں سے ہیں لیکن میرے نزدیک ربیح کے متعلق ان الفاظ کے اطلاق کی نسبت امام والا مقام بخاریؒ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام موصوف کی کتاب التاریخ الکبیر ص ۳۰۲-۳۰۳، ج ۴ ق ۲، پر ربیح بن عبدالرحمٰن کا ترجمہ موجود ہے۔ لیکن اس میں یہ الفاظ "منکر الحدیث" بالکل نہیں ہیں۔ یہ بات امام ترمذیؒ نے سہواً کہہ دی ہے۔ ان کی سہوؤں کی اور بھی امثلہ ہیں۔ لگے ہاتھوں ایک مثال عرض کئے دیتا ہوں۔

امام ترمذیؒ عللِ کبیر ص ۵۴۲، ج ۱ پر فرماتے ہیں:

سألت محمدا (أی البخاری) عن علقمة بن وائل ھل سمع من ابیه؟ فقال: انه ولد بعد موت أبیه بستة أشھر "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب پھر امام ترمذیؒ اپنی عِلَلِ کبیر کے صفحہ ۶۱۹، ج ۲، میں فرماتے ہیں: امام بخاریؒ نے فرمایا: عبدالجبار (ای ابن وائل بن حجر) لم یسمع من أبیه ولد بعد موت أبیه" تو کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں ہی فرزند اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئے خصوصاً علقمہ کے متعلق بسند اشہر کے الفاظ کو مدِ نظر رکھ کر آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ دونوں قول صحیح ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ ان دونوں قولوں کی نسبت امام ترمذیؒ، امام بخاریؒ کی جانب ہی فرمارہے ہیں۔ اب لازمی طور پر ان دونوں قولوں میں سے ایک غلط یا سہوا ہوگا۔ ادھر جب "التاریخ الکبیر للامام البخاری" کو دیکھتے ہیں تو وہ علقمہ کے متعلق تصریح فرماتے ہیں کہ "سمع أباه" لہٰذا صحیح قول یہی ہے اور علقمہ نہ کہ عبدالجبار، ان کا بھائی اپنے والد کی وفات کے بعد تولد ہوا غالباً یہی وجہ ہے کہ علل کے دوسرے جُز میں امام ترمذیؒ نے یہی قول (یعنی عبدالجبار کا والد کی وفات کے بعد تولد) نقل کر کے پہلے جُز میں جو سہوا قول نقل کیا تھا اس کی تلافی کردی۔ امام بخاریؒ کی جانب ان الفاظ "منکر الحدیث" کے غلط انتساب کی ایک دوسری مثال:

"التھذیب" وغیرہ میں مؤمل بن اسماعیل (جو صحیح ابن خزیمہ میں "وضع الیدین علی الصدر" والی حدیث کے راوی ہیں) کے متعلق لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے انہیں "منکر الحدیث" قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے یہی وجہ ہے کہ علماءِ اہلحدیث خصوصاً علماءِ عصریہ، مثلاً فیض الرحمٰن الثوری، مولانا ارشاد الحق الاثری وغیرھما نے اس کا نوٹس لیا اور اس انتساب کو غلط قرار دیا ہے۔ کیونکہ التاریخ الکبیر (امام بخاری) میں مؤمل بن اسماعیل کے متعلق "منکر الحدیث" کے الفاظ بالکل نہیں ہیں۔ ہاں مؤمل بن اسماعیل کے متصل مؤمل بن سعید کا ذکر ہے اس کے بارے میں امام عالی مقام فرماتے ہیں "منکر الحدیث" ص ۴۹، ج ۴ ق ۲۔ گو ناسخ کی نظر ابنِ اسماعیل کا ترجمہ لکھتے وقت نظر ابنِ سعید پر جاپڑی اور جو الفاظ ان کے متعلق لکھے تھے وہ ابنِ اسماعیل کے ترجمہ میں ٹھونس لئے..... فیا للعجب!

بہرحال آپ نے دیکھا کہ حافظ ابن حجرؒ تک مؤمل بن اسماعیل کے متعلق "منکر الحدیث" کے الفاظ کا انتساب امام بخاریؒ کی طرف کرتے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہ تھا اب امام عالی مقام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کتاب "التاریخ الکبیر" نے فیصلہ کردیا کہ مؤمل بن اسماعیل نہیں بلکہ مؤمل بن سعید "منکر الحدیث" ہیں۔ ...... ﴿ لَا يَضِلُّ وَلَا يَنسَىٰ ﴾ ..... یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہی ہے، انسان کتنا ہی بڑا صاحبِ علم و فضل ہو، کتنے بڑے مرتبہ و مقام پر فائز ہو لیکن اس سے بہرحال نسیان، خطا، سہو اور غلطیاں صدور میں آتی رہی ہیں اور آتی ہی رہیں گی۔ اسی طرح زیر بحث راوی کے متعلق جب خود امام بخاریؒ کی کتاب "التاریخ الکبیر" میں یہ الفاظ (منکر الحدیث) نہیں ہیں تو صحیح بات یہی ہے اور امام ترمذیؒ سے سہواً ہوگیا ہوگا اور جب ایسا ہے تو تین ائمۂ حدیث، ابوزرعہ رازیؒ، ابنِ عدیؒ و ابنِ حبانؒ کی توثیق بحال رہی۔ اس لئے یہ راوی کم از کم صدوق و حسنُ الحدیث ہیں۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے التقریب میں انہیں "مقبول" لکھا ہے لیکن یہ بھی اس وجہ سے جو انہوں نے امام بخاریؒ کے الفاظ منکر الحدیث نقل فرمائے ہیں اور ان کے لحاظ سے ان ہی کو مقبول کہا ہے لیکن جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ انتساب امام بخاریؒ کی طرف صحیح نہیں لہٰذا صحیح یہی ہے کہ یہ راوی (ربیح بن عبدالرحمٰن) صدوق ہے۔ واللہ اعلم۔ ربیح کے بعد دوسرے راوی ان کے والد عبدالرحمٰن بن ابی سعید الخدریؒ ہے اور یہ ثقہ ہے۔ دیکھئے "التہذیب والتقریب"

اس کے بعد حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ صحابی رضی اللہ عنہ ہے۔ بہرکیف یہ سند حَسَن سے کم نہیں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ صحیح و ثابت ہے۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ والد حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مقدس کا خون مبارک چوسا اور پھر اس کو نگل لیا۔ ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں فرمایا کہ یہ خون جو تو نے چوسا ہے اس کو زمین پر پھینک دو لیکن انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم میں اس کو زمین پر نہیں پھینکوں گا اور اس کو نِگل گیا۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل آنحضرت ﷺ سے بے انتہا محبت و تعظیم اور احترام کی بنا پر تھا۔ یعنی انہوں نے سوچا کہ آپ ﷺ کا خون مبارک کُلّی کرکے زمین پر کیسے پھینک دوں اس لئے اس کو پیٹ میں بھیج دیا۔ اس قسم کے احترام و تعظیم کی وجہ جو امر کی انحرافی (بظاہر) نظر آتی ہے، وہ گناہ نہیں سمجھی جاتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کو لغزش ہی کہا جاسکتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار نے اصرار کیا کہ محمد ﷺ کے آگے رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھا جائے اس پر آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو کتابت کر رہے تھے، سے فرمایا کہ "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا ڈالو۔ لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ سے اِن الفاظ کو مٹانا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی ان کو مٹایا۔ پھر آپ ﷺ نے خود کاغذ لے کر اس سے یہ الفاظ مٹا ڈالے۔ آپ سوچیں...... کیا اس واقعہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آپ ﷺ کے امر سے انحرافی ہوئی یا نہیں؟ یقیناً ہوئی، لیکن نہ اس پر اللہ کے رسول اکرم ﷺ نے ان کو ڈانٹا اور نہ ہی کسی قسم کے غصہ کا اظہار فرمایا کیوں؟ اس لئے کہ یہ امر کی انحرافی ایمانِ کامل و عقیدۂ راسخہ اور آنحضرت ﷺ کے اللہ کے سچے رسول ہونے پر مبنی تھی بس......... یہی وجہ یہاں بھی تصور فرمالیں۔

مضمون نگار نے یہ اچھی ستم ظریفی کی کہ خون اور پیشاب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

"اگر آپ نے خون یا پیشاب پینے سے جنت کی خوش خبری دی ہوتی تو پھر کون بدنصیب ہوگا جو جنت کا آرزو مند نہ ہو........"

محترم نے یہ نہ سوچا کہ پیشاب گو نجس العین ہے، درآں حالیکہ خون نجس العین نہیں ہے۔ اگر یہ نجس العین ہوتا تو مسلمان زخموں سے خون بہنے کے باوجود نمازیں نہ پڑھتے رہتے کیونکہ ان کے کپڑے تو خون سے ضرور شرابور ہو گئے ہوں گے جیسا کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے کہ دو آدمیوں کو آپ ﷺ نے ایک جگہ پر متعین فرمایا تھا ایک نوافل پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے دوسرے دشمن نے تیر تین مرتبہ پھینکے جو اس صحابی رضی اللہ عنہ کو جا لگے اور ان سے خون کافی بہا حتی کہ جو صحابی رضی اللہ عنہ سویا ہوا تھا گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کو بھی ضرور معلوم ہوا ہوگا۔ اگر ان کی نماز نہ ہوئی ہوتی تو آپ ﷺ انہیں اس پر متنبہ فرماتے۔ بہرحال اس سے ثابت ہوا کہ خون نجس العین نہیں لہٰذا اہلِ حدیث وغیرہ محققین کا مسلک صحیح یہ ہے کہ خون لگے کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے اور اس کے بہنے سے (صحیح مسلک کی رو سے) وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اس (خون) کا کھانا و پینا حرام ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا خون مبارک اس سے مستثنیٰ ہو اور یہ آپ ﷺ ہی کی خصوصیات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسجد میں تھوکنا یا بلغم نکال کر پھینکنا یا ناک کی غلاظت کو مسجد میں پھینکنا گناہ ہے۔ حالانکہ قریش کے ایلچی نے صلح حدیبیہ کے موقع پر خود دیکھا (جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے) کہ آپ ﷺ جب تھوکتے تھے تو وہ بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ یا بازو پر پڑتی تھی اور جب وضو فرمایا تو اس کے پانی (جس میں آپ ﷺ کی مضمضہ والا پانی اور ناک کی غلاظت بھی شامل تھی) کو لوگوں نے پیا اور اپنے چہروں وغیرہ پر مَل دیا۔ بہرحال یہ خصوصیت آنحضرت ﷺ کی تھی ورنہ اگر ہم میں سے کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے منہ تو کیا ہاتھ پاؤں پر ہی تھوک دے تو وہ اس سے بیخ پا ہونے سے نہیں رہ سکتا۔ اگر مضمون نگار اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے خونِ مبارک کو خصوصیت کا فائدہ دینے کے لئے بھی تیار نہ ہوں تو یہ زیادہ سے زیادہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک لغزش ہوئی جو بے حد محبت اور تعظیم و عقیدت مندی سے صدور میں آئی جو بہرحال قابل عفو و درگذر ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ بعد میں اسی جنگ اُحد میں شہید بھی ہوگیا اور شہید کے سب گناہ خون کے قطروں کے گرنے سے پیشتر ہی معاف ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ مستند کتبِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ زخمی ہوگئے اور کفار زور لگا رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح وہ اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچ جائیں اور انہیں شہید کردیں اور یہی وہ وقت تھا جب مالک بن سنان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل گیا۔ اسی طرح حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی اس موقعہ پر آپ ﷺ کے پاس تھے۔ بعد میں کفار کا زور دیکھ کر وہ ان کی طرف لپکے اور یہ دونوں صحابی مالک بن سنان رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔

اب اتنی بات کا مضمون نگار صاحب نے بتنگڑ بنا دیا اور ایک طوفان اٹھالیا چہ خوش!! اور پھر اس طرح گُل افشانی فرماتے ہیں! پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدرجہا متمنی اور شدت کے آرزومند تھے پھر آخر ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ ارشاد سن کر آپ ﷺ کا خون اور پیشاب پینے کی تمنا نہ کی۔ آخر کیوں؟ مضمون نگار صاحب اتنا بھی سوچنے کی زحمت نہ اٹھا سکے کہ خون پینے کی تمنا آخر کی بھی کیسے جاتی ہے کیا خون بھی ہر وقت پیشاب کی طرح بہتا رہتا ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ باقی رہا پیشاب تو وہ وقتاً فوقتاً بہتا رہتا ہے لیکن وہ "نجس العین" ہے لہٰذا اس کے پینے کی تمنا کون کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا؟ اور جو روایتیں پیشاب کے پینے کے بارے میں ہیں وہ واقعۃً ضعیف و منکر ہیں لہٰذا اس کو خون کے ساتھ ملا کر جو نتیجہ مضمون نگار صاحب نے نکالا ہے میں اس پر کسی قسم کا تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اہل علم و انصاف خود فیصلہ فرمالیں گے۔

آگے پھر ص ۲۱ کالم ۳ پر رقم طراز ہیں: "باقی صاحب' اسلام کے زمانے میں یہ خون پینے والے نہ تھے ورنہ آپ ﷺ کا خون پی پی کر آپ ﷺ کا بھی خون کر دیتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مضمون نگار کی یہ نگارشات ان کے علمی شان سے بمراحل بعید ہیں۔ گستاخی معاف! میں تو اس کو ان کے ہفوات میں شمار کروں گا۔ یہ تو ایک اتفاقی واقعہ ہوا تھا جس میں آپ ﷺ مجروح ہوئے تھے اور خون بھی کافی بہا تھا اور اسی لئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اسے چوسا اور زخم کو صاف کیا اور وہ چوسا ہوا خون مبارک زمین پر تھوکنے کی طرح پھینکنے سے گریز کرتے ہوئے نگل گیا اور چونکہ یہ سب کچھ محبت و احترام و تعظیم کی وجہ سے ہوا تھا اسے لئے آپ ﷺ نے یہ فرمایا "من مسّ دمی دمه لم تصبه النار" اس میں گو لفظ "مَنْ" عام ہے لیکن اصل مقصود اس سے وہی مالک بن سنان رضی اللہ عنہ مراد ہے کیونکہ سیاق و سباق اس پر دال ہے لہٰذا اس کو عموم کا رنگ دے کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کے خون کا پیاسا بنا دینا یا ایسے الفاظ تحریر فرمانا جس کا مفہوم بہرحال یہی ہے، ایک ایسی عجیب جسارت ہے، جس کی توقع محترم مضمون گار سے نہ تھی۔

اگر آپ اس کے عموم پر مُصر ہیں تو یہ عموم تب صادق آتا ہے جب کہ دوسری مرتبہ بھی خدانخواستہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا اور آپ ﷺ اتنے زخمی ہوتے کہ اسی طرح (جنگِ اُحد کی طرح) خون بہنے لگتا پھر کوئی صحابی رضی اللہ عنہ پینے کی تمنا کرتا لیکن نہ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا اور نہ ہی ایسی وہمی آرزو کی ضرورت ہوئی۔ یہ مضمون نگار نے انتہائی بے انصافی کی ہے ایک اتفاقی واقعہ کو عمومی رنگ دے کر خود ہی ایک مفروضہ بنایا پھر لگے اعتراض کرنے .... فیا للعجب ولضیعة الادب!

غلط بات پر بے شک تنقید فرمایئے اور ضرور فرمایئے کیونکہ اس میں حق کا اظہار ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ایک صحیح و ثابت واقعہ کو محض اپنے ایک مفروضے کی بناء پر غلط قرار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر اس پر بیجا اعتراضات کئے جائیں اور اس میں آدمی اتنا دور تک نکل جائے کہ عدل و انصاف کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹ جائے! میں خوامخواہ تنقید کا عادی نہیں ہوں لیکن اگر کوئی ناگزیر صورتحال پیدا ہوجاتی ہے تو اس پر مجبوراً قلم اٹھاتا بھی ہوں۔

مراد ما نصیحت بود گفتیم
حوالت با خدا کردیم رفتیم

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین وصلی الله علی سیدنا محمد وآله واصحابه وبارک وسلم!

اردو / عربی کمپوزنگ کروانے والے حضرات کیلئے

خوشخبری

دینی اور عربی مضامین کی کمپوزنگ کروانے والے حضرات کی اشد ضرورت کے پیش نظر ادارہ ہذا کے "شعبہ کمپیوٹر سائینسز" نے دینی کتب کی کمپوزنگ کے دوران پیش آنیوالی اکثر فنی مشکلات کے حل دریافت کر لئے ہیں۔ جن میں سے قابل ذکر کامیابی یہ ہے کہ اردو کی بہترین کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ عربی کے بہترین خط بھی ایک ہی عبارت میں جمع ہونے ممکن ہیں۔ علاوہ ازیں وہ خصوصی الفاظ جو صحیح نہیں آتے تھے (مثلاً تحفۃ الاحوذی، الصحیح اور قسطلانی وغیرہ) ان کو درست کر لیا گیا ہے، اور بعض پر تاحال کام جاری ہے۔ اسی طرح نصوص کے لئے علامتی بریکٹ مثلاً ﴿ یعلمهم الكتاب والحكمة ﴾ ، ﷺ اور رضی اللہ عنہ کی قسم کے الفاظ وغیرہ۔ اور اسی قبیل کی دیگر ضروریات کہ جن کے بعد کسی بھی دینی مواد کی کمپوزنگ بہترین انداز میں ممکن ہو سکے۔

اسی طرح عربی کا بہترین کمپیوٹر متعدد خطوط میں اور اعراب کی مکمل سہولتوں کے ساتھ بھی موجود ہے۔

احباب کے اصرار پر اس کام کو کاروباری انداز میں شروع کر دیا گیا ہے۔

تفصیلات کیلئے درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں:

رحمانیہ کمپوزنگ سنٹر ۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔۔ فون نمبرز: 5836016/852897

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ